الحد الفاصل بین المتقدمین والمتاخرین

سہیل اختر محمد ابو طاہر
(کلیہ حدیث، سال دوم)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد!

حدیث رسول ﷺ اسلامی تعلیمات کا ایک عظیم سرچشمہ ہے، جسے اللہ تعالی نے افضل الرسل محمد مصطفی ﷺ کے ذریعے امت مسلمہ تک پہنچایا۔ ہمارے سلف صالحین اور علمائے کرام نے ان احادیث کی حفاظت کی، بے حد محنت و جفاکشی سے جمع و تدوین حدیث کا کام کیا اور ہر دور کے تقاضوں کے مطابق غیر معمولی حدیثی خدمات انجام دیں۔

یہ بات معلوم ہے کہ ہر دور کا اپنا ایک مخصوص منہج ہوتا ہے۔ انسان کی علمی و فکری سرشت اور منہج زمانہ، طرز زندگی اور طریقۂ حصول علم کے مطابق بدلتا رہتا ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر محدثین کو عموماً دو طبقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: "متقدمین اور متاخرین"۔ اور بعض محققین نے تیسری قسم یعنی "معاصرین" کا بھی اضافہ کیا ہے۔

"متقدمین" اور "متاخرین" کی اصطلاح کوئی نئی یا بدیع اصطلاح نہیں؛ بلکہ ائمۂ متاخرین و معاصرین نے اس اصطلاح کو اپنی متعدد تصنیفات میں بارہا استعمال کیا ہے۔

علوم الحدیث کی کتابوں میں مصطلح "متقدمين و متاخرين" کا بکثرت استعمال کے باوجود اردو زبان میں اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ لہذا علم حدیث کے طالب علم کے لیے بالخصوص اور علوم اسلامیہ سے وابستہ اہل علم کے لیے بالعموم اس اصطلاح سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ لہذا یہی مقصد اس موضوع کو حوالۂ قرطاس کرنے کا باعث بنا۔

متقدمین اور متاخرین کا لغوی معنی:

متقدمین 'متقدم' کی جمع ہے۔ "متقدم" مادہ 'قدم' (قاف، دال اور میم) سے ماخوذ ہے، جو سبقت و تفوق پر دلالت کرتا ہے۔[1] چنانچہ متقدمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

---

[1] مقاييس اللغة لابن فارس:۵/۹

اور متاخرین 'متاخر' کی جمع ہے۔ "متاخر" مادہ '**أخر**' (ہمزہ، خاء اور راء) سے ماخوذ ہے۔ اور یہ تقدم کی ضد ہے۔[۱] چنانچہ متاخرین کا معنی ہے بعد میں آنے والے لوگ۔

حد فاصل کے متعلق اقوال:

متقدمین اور متاخرین کے درمیان حد فاصل کے سلسلے میں علما کے متعدد اقوال پائے جاتے ہیں:

پہلا قول: تیسری صدی ہجری کی انتہا: سب سے پہلے امام شمس الدین ذہبی (م:748ھ) نے اس کو اختیار کیا، پھر یہ تحدید اہل علم کے درمیان مشہور ہو گئی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "میزان الاعتدال" کے مقدمے میں لکھتے ہیں: «...فالحد الفاصل بين المتقدم والمتأخر هو رأس سنة ثلث مائة».[۲]

یعنی سن تین سو (300) ہجری سے پہلے گزرے محدثین "متقدمین" اور اس کے بعد آنے والے "متاخرین" کہلائے جاتے ہیں۔ کیوں کہ تیسری صدی ہجری کے اختتام کے ساتھ سنت رسول ﷺ مکمل طور پر مدون ہو چکی تھی۔ نیز تیسری صدی ہجری کے بعد ان رواۃ کا دور ختم ہو گیا جو ایسی روایات بیان کرتے تھے جو دنیا میں کہیں لکھی ہوئی موجود نہ ہوتی، بلکہ صرف ان کے سینوں میں محفوظ ہوتی تھی۔ اور ان کے بعد صرف وہی محدثین باقی رہ گئے تھے جو حدیثی نسخوں پر درج شدہ سماعات ہی پر اعتماد کرتے تھے۔[۳]

معاصرین میں سے اس قول کے قائل امام ناصر الدین البانی (م:۱۴۲۰ھ)[۴]، دکتور ابراہیم لاحم[۵] وغیرہ ہیں۔

اس قول کے قائلین نے امام نسائی کو بھی فہرستِ متقدمین میں شمار کیا ہے حالاں کہ ان کی وفات سن ۳۰۳ھ میں ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی علمی زندگی کا اکثر حصہ تیسری صدی ہجری میں گزارا ہے۔

اس اعتبار سے امام نسائی خاتمۃ المتقدمین ہیں۔

دوسرا قول: متقدمین اور متاخرین کے درمیان حدِ فاصل امام دارقطنی (م:۳۸۵ھ) ہیں۔ یعنی امام دارقطنی کے زمانے تک کے محدثین کو 'متقدمین' شمار کیا جائے گا اور بعد کے محدثین 'متاخرین' کی فہرست میں ہوں گے۔[۶]

---

[۱] مقاييس اللغة لابن فارس:۱/۷۰

[۲] ميزان الاعتدال:۱/۴

[۳] المنهج المقترح لفهم المصطلح لحاتم العوني، ص:۵۲-۵۳

[۴] دیکھیں: الدرر في مسائل المصطلح والأثر:۱۳۲

[۵] علوم الحديث بين المتقدمين والمتأخرين للدكتور أحمد معبد:۲

[۶] منتقى الألفاظ بتقريب علوم الحديث للحفاظ للحارث الحسني، ص: ۲۱

اس قول کے قائل امام صلاح الدین علائی (م:۷۶۱ھ) ہیں۔[1] اور امام سخاوی (م:۹۰۲ھ) نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[2]

تیسرا قول: بعض محققین چوتھی صدی ہجری کی انتہا کو حد فاصل قرار دیتے ہیں۔

ابن المرابط (م:۷۵۲ھ) نے کہا: "روایات مدون ہو چکی ہیں، اور تجریح کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہا، بلکہ چار سو صدی ہجری کی انتہا تک یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔"[3]

اور جب چار سو صدی ہجری کی انتہا تک تجریح کا سلسلہ ختم ہو گیا (جیسا کہ ابن المرابط کہتے ہیں) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ متقدمین کا دور کسی حد تک ختم ہو گیا؛ کیوں کہ اسی زمانے میں علم جرح وتعدیل اپنی بلند ترین حد تک پہنچ چکا تھا۔[4]

چوتھی صدر ہجری کی انتہا کو حد فاصل قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ بعض اہل علم نے چوتھی صدی ہجری والے کو بھی عصر الروایہ میں شامل کیا ہے۔ امام ناصر الدین البانی کہتے ہیں کہ "القرون المشهود لها بالخيرية" میں چوتھی صدی ہجری کو داخل کرنے کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ بعض روایات میں قرن رابع کا بھی ذکر آیا ہے۔[5]

چوتھا قول: حد فاصل ابو بکر خطیب بغدادی (م:۴۶۳ھ) ہیں: جیسا کہ ملا علی قاری حنفی (مشہور شارح مشکاۃ المصابیح) ان (خطیب بعدادی) کے بارے میں لکھتے ہیں: «...هو أول المتأخرين، أو آخر المتقدمين.»[6]

پانچواں قول: حد فاصل امام بیہقی (م:۴۵۸ھ) ہیں۔

اس قول کے قائل امام صلاح الدین علائی (م:۷۶۱ھ) ہیں۔[7] اور امام سخاوی (م:۹۰۲ھ) نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[8]

چھٹا قول: پانچویں صدی ہجری کی انتہا: اس قول کے قائل امام ابن حجر (م:۸۵۲ھ) ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: «المتأخرون وهم من بعد الخمسمائة وهلم جرا...»[9] اور اسی کو ابو المعالی محمود الآلوسی (م:۱۳۴۲ھ) نے بھی اختیار کیا ہے۔[10]

۱۔ دیکھیں: النقد الصحیح لما اعترض من أحادیث المصابیح، ص:۲۶

۲۔ دیکھیں: فتح المغيث: ۱/۳۱۳

۳۔ فتح المغيث: ۴/۳۵۸

۴۔ دیکھیں: نشأة علم المصطلح والحد الفاصل

۵۔ بين المتقدمين والمتأخرين للدكتور محمد عِصام: ۸۳

۶۔ دیکھیں: الدرر في مسائل المصطلح والأثر: ۱۳۲

۷۔ شرح نخبة الفكر: ۱۳۹

۸۔ دیکھیں: النقد الصحيح لما اعترض من أحاديث المصابيح: ۲۶

۹۔ النكت على كتاب ابن الصلاح: ۲/۵۸۶

۱۰۔ عَقد الدُّرَر: ۳۷۵

اس قول کے قائلین توجیہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عصر الروایہ پانچویں صدی ہجری کے درمیانی اور انتہائی حصے کے درمیان ختم ہوتا ہے۔ یہی وجہِ اختیار چوتھے اور پانچوے قول کی بنتی ہے۔ مزید یہ کہ اسناد کا استعمال پانچویں صدی ہجری کے بعد تک جاری رہا۔ لہذا حد فاصل زمانی پانچویں صدی ہجری کی انتہا ہے۔

ساتواں قول: متقدمین اور متاخرین کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں۔ اس قول کے قائلین کہتے ہیں کہ یہی بات عقل کی فطری سوجھ بوجھ بھی ثابت کرتی ہے۔[1]

آٹھواں قول: بعض محققین کا رجحان اس طرف ہے کہ حد فاصل زمانی نہیں بلکہ منہجی ہے۔ لہذا جو متاخرین کے منہج پر ہو، یعنی ظاہر اسناد کو دیکھ کر تصحیح و تضعیف کا حکم لگائے؛ تو وہ متاخرین میں شمار ہو گا، اگرچہ وہ عصر الروایہ کے محدثین میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو محدث تصحیح و تضعیف میں متقدمین کے منہج پر ہو یعنی اس میں قرائن، احوال اور ظروف کو بھی ملحوظ رکھے، تو وہ متقدمین میں شمار ہو گا، چاہے وہ معاصرین ہی میں سے کیوں نہ ہو۔

اس قول کے قائل دکتور حمزہ ملیباری ہیں۔[2]

نواں قول: متقدم اور متاخر کا مفہوم ایک نسبی امر ہے جس کی تفسیر زمان و مکان کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

دکتور شریف حاتم عونی امام ذہبی کے قول[3] یعنی: «...فالحد الفاصل بين المتقدم والمتأخر هو رأس سنة ثلث مائة». پر تعلیق چڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں: "متقدمین اور متاخرین کے درمیان یہ حد فاصل ان کی کتاب "میزان الاعتدال" کے لیے خاص ہے۔" پھر آگے کہتے ہیں: «التقدم والتأخر أمر نسبي، يختلف باختلاف الأزمان.» "تقدم و تاخر ایک نسبی چیز ہے جس کا مفہوم زمانوں کے بدلنے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔"[4]

راجح قول:

ان مختلف اقوال میں **امام ذہبی کا قول راجح ہے**، یعنی تیسری صدی ہجری کی انتہا حد فاصل ہے؛ کیوں کہ یہی وہ تین صدیاں ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے خیریت کی گواہی دی ہے، جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.»[5]

---

[1] نشأة علم المصطلح والحد الفاصل بين المتقدمين والمتأخرين للدكتور محمد عِصام: ۷۶

[2] دیکھیں: الموازنة بين المتقدمين والمتأخرين في تصحيح الأحاديث وتعليلها، ص: ۱۸

[3] ميزان الاعتدال: ۱/۴

[4] المنهج المقترح لفهم المصطلح لحاتم العوني، ص: ۵۲-۵۳

[5] متفق عليه؛ صحيح البخاري (۳۶۵۰)، صحيح مسلم (۲۵۳۵)

"میری امت کا سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔ پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔"

امام ناصر الدین البانی نے بھی اسی سبب ترجیح کی بنا پر اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔[1]

اس قول کی تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ راجح قول کے مطابق تیسری صدی کی انتہا کے ساتھ تدوین کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔[2]

اور مزید یہ کہ تیسری صدی کی انتہا عصر الروایہ الاصلیہ کا اختتام ہے، اس کے بعد والی روایات فرعی ہیں جو حدیث کے صحت وضعف پر مؤثر نہیں ہوتیں۔[3]

دکتور عبد القادر محمدی مسئلۂ مذکورہ میں اپنا عندیہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "میری رائے یہ ہے کہ امام ذہبی اور ان کے متبعین کا قول کئی وجوہات کی بنا پر زیادہ دقیق ہے۔ متقدمین اور متاخرین کے درمیان موجود زمانی مدت کا لحاظ ضروری ہے۔ کیوں کہ اس دور میں، یعنی پہلی، دوسری اور تیسری صدی ہجری میں روایات مستقر ہو چکی تھیں، احادیث کی تنقیح ہو کر ان میں صحیح اور سقیم کی تمیز ہو چکی تھی، کتابیں مدون ہو چکی تھیں اور طرق ومخارج معلوم ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان کے بعد آنے والا ہر شخص انہیں کا تابع واقع ہوا ہے۔"[4]

محترم قارئین کرام! راجح قول کی بنیاد پر چند مشہور ومعروف ائمۂ متقدمین ومتاخرین کے اسماء کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، جنہوں نے علوم حدیث میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں:

مشہور ائمۂ متقدمین: ابن شہاب زہری (۱۲۴ھ)، شعبہ بن حجاج (۱۶۰ھ)، سفیان ثوری (۱۶۱ھ)، عبد اللہ بن مبارک (۱۸۱ھ)، امام مالک (۱۷۹ھ)، عبد الرحمن بن مہدی (۱۹۸ھ)، یحیی بن سعید قطان (۱۹۸ھ)، سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ)، امام شافعی (۲۰۴ھ)، عبد الرزاق صنعانی (۲۱۱ھ)، ابو بکر حمیدی (۲۱۹ھ)، یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ)، علی ابن المدینی (۲۳۴ھ)، ابن ابی شیبہ (۲۳۵ھ)، اسحاق بن راہویہ (۲۳۸ھ)، امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)، عثمان بن سعید دارمی (۲۵۵ھ)، محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ)، مسلم بن حجاج (۲۶۱ھ)، ابو زرعہ رازی (۲۶۴ھ)، ابن ماجہ قزوینی (۲۷۳ھ)، ابو داود سجستانی (۲۷۵ھ)، ابو حاتم رازی (۲۷۷ھ)، ابو عیسی ترمذی (۲۷۹ھ)، ابو عبد اللہ نسائی (۳۰۳ھ)

---

[1] دیکھیں: الدرر في مسائل المصطلح والأثر: ۱۳۲

[2] یہی قول راجح ہے جس کی قائل ناقدین فن کی ایک جماعت ہے۔ دیکھیں: المنہج المقترح لفهم المصطلح لحاتم العوني، ص: ۶۱

[3] دیکھیں: نشأة علم المصطلح: ۹۰

[4] الشاذ والمنكر وزيادة الثقة - موازنة بين المتقدمين والمتأخرين، ص: ۱۵-۱۶

مشہور ائمۂ متاخرین: ابن خزیمہ (۳۱۱ھ)، ابو جعفر طحاوی (۳۲۱ھ)، ابن ابی حاتم (۳۲۷ھ)، ابن حبان بستی (۳۵۴ھ)، طبرانی (۳۶۰ھ)، دار قطنی (۳۸۵ھ)، ابو سلیمان خطابی (۳۸۸ھ)، حاکم نیسابوری (۴۰۵ھ)، ابو نعیم اصبھانی (۴۳۰ھ)، ابن حزم (۴۵۶ھ)، ابو بکر بیہقی (۴۵۸ھ)، ابن عبد البر (۴۶۳ھ)، خطیب بغدادی (۴۶۳ھ)، ابن الجوزی (۵۹۷ھ)، ابن الاثیر جزری (۶۰۶ھ)، ضیاء الدین مقدسی (۶۴۳ھ)، ابن الصلاح (۶۴۳ھ)، شرف الدین نووی (۶۷۶ھ)، ابن دقیق العید (۷۰۲ھ)، شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)، ابو الحجاج مزی (۷۴۲ھ)، شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ)، ابن القیم (۷۵۱ھ)، صلاح الدین علائی (۷۶۱ھ)، ابن کثیر (۷۷۴ھ)، ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ)، ابن الملقن (۸۰۴ھ)، زین الدین عراقی (۸۰۶ھ)، نور الدین ہیثمی (۸۰۷ھ)، ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)، علم الدین سخاوی (۹۰۲ھ)، جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)

خلاصۂ مضمون:

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ متقدمین اور متاخرین کے درمیان حدِ فاصل کے سلسلے میں علما مختلف الآراء ہیں؛ بعض تحدید میں مخصوص زمانہ یا شخصیت کو معیار بناتے ہیں، جبکہ بعض محققین منہج کے اعتبار سے تفریق کے قائل ہیں۔ مزید بر آں بعض محققین یہ رائے رکھتے ہیں کہ متقدمین اور متاخرین کے درمیان تفریق ایک نسبی امر ہے جس کی تفسیر زمان و مکان کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے اور اس کا کوئی مطردہ اور قطعی قاعدہ مقرر کرنا آسان نہیں۔ ان مختلف اقوال میں امام ذہبی کا قول راجح ہے یعنی سن تین سو (۳۰۰) ہجری سے پہلے گزرے محدثین "متقدمین" اور اس کے بعد آنے والے "متاخرین" کہلائے جاتے ہیں؛ کیوں

کہ یہی وہ تین صدیاں ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے خیریت وافضلیت کی گواہی دی ہے۔ مزید بر آں راجح قول کے مطابق تدوین کا زمانہ تیسری صدی کی انتہا تک ختم ہو چکا تھا اور تیسری صدی کی انتہا عصر الروایہ الاصلیہ کا اختتام بھی ہے۔

❊ ❊ ❊